

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالملک

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے جو اعمال اور نیکیاں پہنچتی رہتی ہیں وہ یہ ہیں: علم جو اس نے
سکھایا اور پھیلایا، نیک اولاد جو اس نے چھوڑی، قرآن پاک جو اس نے وراثت میں دیا، مسجد، مسافر خانہ یا
نہر جو اس نے تعمیر کی، صدقہ جو صحت کی حالت میں اس نے اپنے مال سے نکالا۔ (ابن ماجہ، ص ۲۲۔
السیبھی ج ۱، ص ۱۰۶)

کسی کو نیکی کے دو بول سکھا کر، کوئی کتابچہ پڑھا کر، مسجد، کنوئیں یا نہر کی تعمیر میں حسب استطاعت حصہ ڈال کر، کسی
دعوتی و تبلیغی کام میں اعانت کر کے، قرآن، احادیث اور دینی لٹریچر کی اشاعت میں تعاون کر کے آسانی سے اپنے لیے
صدقہ جاریہ کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ اپنے اپنے وسائل کے مطابق، کم یا زیادہ، ہر شخص یہ اجر لے سکتا ہے۔



حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:
جو حج کے لیے نکلا پھر فوت ہو گیا، اس کے لیے قیامت کے دن تک حاجی کا اجر لکھا جائے گا اور جو
عمرے کے لیے نکلا، پھر مر گیا، اس کے لیے قیامت کے دن تک عمرے کا اجر ہے اور جو غازی بن کر نکلا، پھر مر
گیا، اس کے لیے قیامت کے دن تک غازی کا اجر لکھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۹، حدیث ۲۵۳۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جو دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ وحدہ لا شریک کے ساتھ
مخلص تھا، نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ دیتا تھا (باقی عبادات بھی کرتا تھا) وہ دنیا سے اس حال میں جدا ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔ (ابن ماجہ، ص ۸، الحاکم)

ڈیوٹی کے دوران کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے درمیان کو ایک عرصے تک فوت ہونے والے کا مشاہرہ اور دوسری
مراعات دی جاتی ہیں۔ مزید اعانت بھی کی جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ محدود وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے

مقابلے میں مومن اللہ کی عبادت کے دوران فوت ہو جائے تو قیامت تک وہ آن ڈیوٹی شمار ہوتا ہے۔ حاجی معتبر (عمرہ کرنے والا) نمازی اور غازی قیامت کے دن تک اپنی عبادت کا اجر پاتے رہیں گے۔ قیامت تک اجر پانے کا بہت آسان نسخہ یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کی عبادت کی نیت میں رہے کہ میں اللہ کا حکم مانوں گا اس کے مقابلے میں کسی کے احکام نہیں مانوں گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ تب اس کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا چلنا پھرنا سب عبادت شمار ہوگا۔ اس دوران میں اس کی وفات ہوگئی تو ان لوگوں میں شامل ہوگا جو عبادت کے دوران میں فوت ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے: **وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ** 'تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو'۔



حضرت خالد بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عتبہؓ بن غزوہ ان بصرہ کے گورنر تھے۔ انھوں نے ایک دن ہمیں خطاب کیا۔ حمد و ثنا کی پھر کہا دُنیا نے کوچ کا اعلان کر دیا ہے۔ اس نے چلے جانے کے لیے بیٹھ پھیر لی ہے۔ اس کا تھوڑا سا حصہ جتنا برتن کی تہہ میں بیچ جایا کرتا ہے بیچ گیا ہے۔ تم اس گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہے۔ پس تمہارے پاس جو بھلائیاں ہیں انھیں لے کر منتقل ہو جاؤ۔ ہم سے ذکر کیا گیا کہ وہ پتھر جو دوزخ کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے گا وہ اس کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے ۷۰ سال تک گرتا چلا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اسے بھر دیا جائے گا۔ کیا تمہیں اس بات میں تعجب ہے؟ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دو کاڑھوں کے درمیان ۴۰ سال کی مسافت ہے۔ ایک دن آئے گا کہ وہ اژدہام کی وجہ سے تنگ ہو جائے گا۔

میں نے اپنے آپ کو اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ کے ساتھ ساتواں آدمی تھا۔ ہمارے لیے درختوں کے پتوں کے سوا کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ ہماری باچھیں پتوں کی وجہ سے زخمی ہو گئیں تھیں۔ (یہ حال تھا) میں ایک چادر لایا اور اسے دو حصے کیا، ایک حصہ میں نے اور ایک حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے پہنا لیکن آج کے دن ہم میں کوئی آدمی ایسا نہیں جو کسی علاقے کا گورنر نہ ہو۔ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے آپ کو عظیم سمجھوں اور اللہ کے ہاں چھوٹوں میں شمار ہوں۔ کوئی نبوت نہیں تھی مگر اس میں تغیر پیدا ہوا یہاں تک کہ آخر کار وہ بادشاہت میں ڈھل گئی۔ تم ہمارے بعد آنے والے حکمرانوں کو دیکھو گے اور آزماؤ گے۔ (مسلم، ۲۹۶۷)

دُنیا کی فنا آخرت کی بقا، دوزخ کا خوف، جنت کا شوق اور دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو تو پھر انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ تکالیف میں مایوسی کا شکار نہیں ہوتا اور آسودہ حالی میں تکبر و غرور میں مبتلا نہیں ہوتا۔ خلافت میں امرا کی شان کیا ہوتی ہے۔ اس کی جھلک حضرت عتبہؓ بن غزوہ ان کے اس خطبے سے

سامنے آتی ہے کہ وہ متواضع اور ڈاکر و شاکر ہوتے ہیں۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بعد بادشاہت کا دور ہوتا ہے اور آخرت کے بجائے دنیا پر نظر میں جتنا شروع ہو جاتی ہیں۔



حضرت مالک بن انسؓ کو یہ بات پہنچی کہ عیسیٰ بن مریمؑ کہا کرتے تھے کہ اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کرو، اس سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ سخت دل اللہ سے دُور ہوتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ لوگوں کے گناہوں پر اس طرح نظر نہ کرو گویا تم ان کے رب ہو بلکہ اپنے گناہوں پر یہ سمجھ کر نظر ڈالو کہ تم غلام ہو۔ لوگ دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو آزمائش میں ہیں، دوسرے وہ جو عافیت میں ہیں۔ آزمائش والوں کے لیے رحمت کی دعا کرو اور عافیت پر اللہ کا شکر ادا کرو (موطا)۔ اس حدیث کا پہلا حصہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہؐ سے بھی بیان کیا ہے۔ (ترمذی)

گناہ انسان خود بھی کرتا ہے اور اس کے آس پاس دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔ ان گناہوں کو کس نظر سے دیکھا جائے؟ اس حدیث کی یہ بڑی اہم تعلیم ہے کہ دوسروں کو اس طرح نہ دیکھو کہ گویا تم ان کے رب ہو۔ اکثر نیکو کار دوسروں کی اصلاح کے شوق میں اس غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔۔۔



حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن ثابتؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے انھیں غشی کی حالت میں پایا۔ آپؐ نے انھیں آواز دی تو جواب نہ دیا۔ اس پر آپؐ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: ابو الریح (ان کی کنیت تھی) ہم آپؐ کے معاملے میں بے بس ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر عورتوں نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ حضرت جابر بن عتیکؓ نے انھیں خاموش کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اس وقت نہ روکو۔ جب واجب ہو جائے تو پھر کوئی بھی نہ روئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! واجب ہو جائے گا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب فوت ہو جائے۔

بیٹی نے اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے۔ آپ نے اپنا سامان جہاد تیار کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کے مطابق ان کے لیے اجر رکھ دیا ہے۔ تم شہادت کس چیز کو سمجھتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کو۔ آپؐ نے فرمایا: قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ بھی سات آدمی شہید ہیں۔ طاعون کی بیماری والا، جل کر فوت ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، ذات الجذب (نمونے) کی بیماری والا، اسہال کی بیماری والا، جو کسی چیز کے نیچے دب کر

فوت ہو عورت جو ولادت کے موقع پر فوت ہو جائے۔ یہ سب شہید ہیں۔ (موطا، ابوداؤد، نسائی)
 موت واقع ہونے سے پہلے رونے کی اجازت ہے، موت کے بعد اونچی آواز سے رونا نوحہ ہے جو ممنوع ہے۔
 نبی کریم کی شفقت دیکھیے کہ جہاں رونے کی گنجائش ہے وہاں روکنے سے منع کرتے ہیں۔ بیٹی کے غم کو کہ باپ
 جہاد میں شریک ہو کر شہید نہ ہو سکے، ہلکا کر رہے ہیں، کہ نیت کے مطابق وہ شہید ہے۔ پھر دوسری مختلف نوعیت کی
 اموات کے بارے میں شہادت کی اطلاع دے کر کس کس کو اطمینان و سکون فراہم کر دیا۔ سبحان اللہ! ایسی رؤف
 و رحیم نبی کی امت کو رحم ہوتا چاہیے۔ شریعت نے جہاں گنجائش رکھی ہو وہاں سختی کے بجائے گنجائش دینا چاہیے
 اور جہاں سختی کی ہے وہاں سختی کرنا چاہیے لیکن اتنی، جتنی شریعت کے مزاج سے مطابقت رکھتی ہو۔



حضرت مصعبؓ بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے بیان کرتے ہیں، میں نے عرض
 کیا: یا رسول اللہ! کن لوگوں پر زیادہ آزمائش آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر نیک لوگ، پھر درجہ بدرجہ۔
 انسان کی اس کے دین کے مطابق آزمائش کی جاتی ہے۔ اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش
 زیادہ ہوتی ہے اور دین میں کمزوری ہو تو آزمائش میں بھی تخفیف ہوتی ہے۔ بندے پر آزمائش رہتی ہے
 یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی خطا نہیں ہوتی۔ (الفتح الربانی)
 آزمائش محبت کی ہے۔ جو محبت میں آگے ہوں گے ان کی آزمائش بھی زیادہ ہے اور جو محبت میں پیچھے ہیں ان کی
 آزمائش بھی آسان ہے۔ آزمائش درجات کی بلندی کے لیے ہے، سزا نہیں ہے۔ آج بھی امت مسلمہ ایک بڑی
 آزمائش سے دوچار ہے۔ نظر آ رہا ہے کہ جن کے مرتبے زیادہ ہیں ان کی آزمائش بھی زیادہ ہے۔



حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے مصیبت سے دوچار کرتے ہیں۔ (الفتح

الربانی)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 مجھے اللہ کی خاطر اس وقت بھی ایذا دی گئی جب کسی کو ایذا نہیں دی جاتی تھی اور مجھے اللہ کی خاطر
 خوف زدہ کیا گیا، جب کہ کسی کو خوف زدہ نہیں کیا جاتا تھا۔ (الفتح الربانی)
 ایک دور وہ تھا جب آزمائشوں اور ڈراؤں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہمت تھے۔ لیکن یہ آزمائشیں اور ڈراؤں
 آپ کو راہ حق سے پیچھے نہ ہٹا سکے۔ آزمائشیں تنزیلی نہیں بلکہ ترقی کا سامان ہیں۔ اسلام کی تاریخ اور نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کی سیرت اس بات کی گواہ ہے۔